© rasailojaraid.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اشارات

(۲)

بڑا اہم مسئلہ تعلیم گاہوں کی ڈی نیشلائزیشن کا ہے جس کا ایک مقصد تو یہ ہے کہ حکومت کے خزانے سے ایک بڑا بوجھ ہٹ جائے۔

اوّل تو یہ حقیقت منکشف رہنی چاہیے کہ یونیسکو کا رُکن ہونے کی حیثیت سے پاکستان کو بجٹ کا ۴٪ حصہ لازماً تعلیم پر خرچ کرنا چاہیے۔ لیکن عملاً ۵ء۱٪ خرچ کیا جا رہا ہے۔ حکومت تعلیم کے معاملے میں حاتم کی قبر کو لاتیں بلکہ دولتیاں مار رہی ہے۔ غیر مُلکی رپورٹیں بتاتی ہیں کہ پاکستان تعلیم کے شعبے میں اپنے مقام سے ڈیڑھ سو سال پیچھے ہے۔

اس اُصول کو ذرا اور پھیلایئے اور قوم سے کہیے کہ حکومت کا خزانہ اب ہسپتالوں اور میڈیکل سنٹروں کے مصارف برداشت نہیں کرے گا، مختلف کمپنیاں اپنے اپنے طور پر صحت و علاج کے ادارے قائم کریں اور آپس میں ماہر ڈاکٹروں، جدید ترین مشینوں، اعلیٰ عمارتوں، وافر سہولتوں کے معاملات میں مسابقت کر کے لوگوں کو اپنی طرف کھینچیں، اور اپنے اخراجات مخیر حضرات کے چندوں کے علاوہ مریضوں سے معقول فیسیں لے کر اپنے کاروبار چلائیں۔ قوم سے یہ بھی کہیے کہ پولیس اور تھانوں اور جیل کا انتظام حکومت نہیں کر سکتی، اس کے لیے لوگ اپنی اپنی جگہ پولیس بھرتی کریں اور چھوٹے چھوٹے جیل بنا لیں اور عدالتوں کے فیصلوں کے مطابق مجرموں پر سزائیں نافذ کریں۔ ڈاک، ٹیلی فون اور ریڈیو کے متعلق تو دُنیا میں نظائر موجود ہیں۔ بہ آسانی یہ فرمان جاری کیا جا سکتا ہے کہ ان کاموں کو مختلف فرمیں اور سوسائٹیاں اور کارپوریشنیں چلائیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ حکومت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے معیار سے بہتر کام کر سکیں گی۔ پھر کہیے کہ فوج اور دفاع کا بھاری خرچ بھی خزانہ نہیں اُٹھا سکتا۔ قوم خود ٹھیکے پر ہر شہر اور علاقے میں چھاؤنیاں بنوائے اور سپاہی بھرتی کرے، ہوائی قوت فراہم کرے، بحری جہازوں کا بیڑہ تیار کرے۔ کچھ کام باہر کے ملکوں کو ٹھیکے کے تحت سونپ دیئے جائیں کہ وہ کہیں کوئی چھاؤنی بنا دیں، کہیں فوج بھرتی کر دیں (چاہے باہر سے بھاڑے کے ٹٹو لے آئیں) یا توپیں اور ٹینک فراہم کریں، یا جہاز مہیا کریں۔ لوگ دیہہ بہ دیہہ اور قصبہ بہ قصبہ اور شہر بہ شہر رضاکارانہ طور پر اپنے اُوپر آمدنی اور جائیداد کے تناسب سے ایک رقم بطور سالانہ چندۂ دفاع معین کر لیں اور وہ سارے ملک سے جمع ہو کر مختلف ضرورتوں پر خرچ ہو۔

تا آنکہ حکومت کا کام صرف یہ رہ جائے کہ باہر سے قرض لے لے کر خوب تنخواہیں دے اور اپنے خاص لوگوں پر مُن برسائے اور ہارس ٹریڈنگ کرے۔

بلکہ شاید زیادہ اچھا یہ ہوتا کہ ورلڈ بینک اور ترقیاتی بنک ایسی تجویز بنا کے لاتے کہ حکومت کی سرے سے ضرورت ہی نہیں، سارے کام قوم خود انجمنوں، سوسائٹیوں، فرموں، ایسوسی ایشنوں اور کارپوریشنوں کے ذریعے کر سکتی ہے۔ قصہ کوتاہ گشت دانہ دردِ سر بسیار بود۔

حکومت کے علامتی تصور کے لیے بس ایک "وزیراعظم" کافی ہے۔

یہ تو تھا ایک اور طرح کا جواب۔

اب دوسری گذارش سنیے۔ حکومت کے خزانے سے کسی بوجھ کے ہٹا دینے کے معنی یہ ہیں کہ اگر اس کام کو ہونا ہے تو پھر وہی بار قوم پر پڑے گا۔ کیا قوم اور حکومت دو متغائر چیزیں ہیں۔ کیا حکومت کے خزانے کے مصارف بھی درحقیقت قوم ہی ادا نہیں کرتی۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ قوم سے حکومت کو ٹیکسوں اور فیسوں اور چونگیوں یا محصولوں کی شکل میں جو بھاری مقدارِ دولت وصول کرنی پڑتی ہے، اُسے لوگ خوشی سے ادا نہیں کرتے اور نہ صرف نظامِ تشخیص و ادائی میں خلل ڈالتے ہیں، بلکہ حکمران پارٹی کے لیے ان کی ایسی مخالفانہ رائے بن جاتی ہے کہ پارٹی اور اس کے وزراء و عمائد کو اپنے مستقبل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے اقتدار کو بچانے کے لیے آمدنیاں کم کرنی پڑتی ہیں اور بڑھتے ہوئے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے باہر سے بار بار سودی قرضے لینے پڑے جن کا محض سود ادا کرنا وبال بن جاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اب تک حکومتوں کے بارے میں عوام کا تجربہ و مشاہدہ یہ ہے کہ وزرا و عمائد خزانے کا روپیہ اپنے ماہانہ وظائف، مکانوں کے انتظامات، نئے فرنیچر کی فراہمی، ہر بار نئی مہنگی گاڑیوں کی خریداری، اندرونِ ملک سفری سہولتوں، بیرونِ ملک سیر و تفریح کے علاوہ معالجاتی مصارف، پھر اپنے لیے اور اپنے چہیتوں کے لیے ارزاں شرح سے پرتصرف، ٹھیکوں اور درآمدی برآمدی لائسنسوں اور صنعتیں لگانے کے لیے یا زرعی ترقی کے لیے بنکوں سے بھاری قرضوں کا حصول (اور پھر ان کی معافیاں) نیز انتخابات میں ٹھوڑے سے ہیرپھیر سے قومی پیسے اور ذرائع اور سرکاری ملازمین کا اپنے لیے استعمال — یہ سارا کچھ دیکھنے کے بعد عوام کا حکومت سے اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ اسے چلانے والے ان کی بینش کہ دہ کمائیوں کا ایک حصہ قومی ضرورتوں پر خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ ایک حصہ اپنی ذاتی ہوس اور اپنے چہیتوں کی آسائشوں اور ان کے مفاد پر اڑا دیں گے۔ اور ایسے کام اُن کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں اور اخبارات میں ان کی خبریں چھپتی ہیں، ان پر بیانات آتے ہیں۔ دستاویزات کے عکس شائع ہوتے ہیں، تقریروں میں مخالفین ایسے راز فاش کر دیتے ہیں۔

پس اصل کام یہ ہے کہ پاکستان میں ایسے لوگ حکومت کریں جو محض ایک متوسط تنخواہ اور متوسط اقامتی انتظام کو قبول کریں اور ٹھاٹھ باٹھ کے سلسلے ختم کریں، نیز قوم کی امانتی رقم کو اپنے مفاد یا اپنے چہیتوں کی منفعت کے لیے استعمال نہ کریں۔ پھر ٹیکسوں کی مقدار بھی کم رہے گی اور لوگ شوق سے ادا بھی کریں گے[1]

---

[1] اس سلسلے میں میرا مشورہ یہ ہے کہ سامانِ آرائش و آسائش کی درآمد باہر سے بالکل بند کی جائے۔ نیز جو چیزیں یہاں مناسب معیار سے تیار ہوتی ہیں وہ دوسرے ممالک سے نہ منگوائی جائیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اتنی گفتگو کرنے کے بعد میں یہ عرض کرتا ہوں کہ تعلیم کا مسئلہ چونکہ ہر قوم کے اپنے ہی سوچنے کا ہوتا ہے اور اسے بصورتِ نظام صرف وہ خود ہی چلا سکتی ہے اور اس کے تمام اداروں کو منظم و مربوط رکھنے کے لیے اسے حکومت ہی کے سر ذمہ داری ڈالنی پڑتی ہے، لہٰذا آپ کا ورلڈ بنک اور اس کے بہودی ماہرین تو رہے ایک طرف، اگر آپ کے بہت ہی مخلص اور چہیتے دوست بھی یہ مشورہ دیں کہ کتابِ تعلیم کے ورق ورق کو الگ کر کے، ہر حصّے کو الگ الگ قوتوں کے سپرد کر دیا جائے جو مالی انتظامات بھی کریں اور نصابی اور تفریحی بھی، تو ایسا مشورہ بہ شکریہ واپس کر دیجیے۔

تعلیم کے مصارف سے حکومت کے نجات پانے کے بعد، سوچنے کی بات یہ ہے کہ مالی ذمہ داریاں کیسے پوری ہوں گی۔ تین طریقے ہیں:-

۱۔ غیر ملکی حکومتوں یا مشنریوں اور تبلیغی انجمنوں کے ذریعے حاصل ہونے والی رقوم ان میں ایک بنیادی سرمایہ وہ بھی شامل ہے جسے کوئی بیرونی تنظیم یا شخص یہاں اپنا کوئی کالج یا یونیورسٹی قائم کرنے کے لیے صرف کرتا ہے۔ اور یہ بھی اذنِ عام ہے کہ کوئی درس گاہ باہر کی جس یونیورسٹی سے چاہے تعلق جوڑے۔

اب خوب سوچ لیجیے کہ غیر ملکی پیسے سے جو ادارات چلیں گے وہ تعلیم سے اپنا مقصد حاصل کر سکے پاکستانی قوم کی پلاسٹک سرجری نہیں کریں گے تو کیا کریں گے؟

بیرونی سرمایہ کے معنی ہیں، بیرونی اساتذہ و دیگر افراد کا داخلہ اور بیرونی نظریات اور مذہبیات کا داخلہ، نیز بیرونی جاسوسوں کی خوب صورت پیرائے میں موجودگی۔ اور پاکستان کی جڑوں تک تعلیم کی باریک نلکیوں سے زہریلا سیال پہنچانا، بیرونی تہذیب کو مسلط کرنا اور یہاں کے تہذیبی اقدار و شعائر کا صفایا کرنا۔ جو سکول چاہے اپنے ہاں کسی لڑکی کو سر نہ ڈھانپنے دے اور جو چاہے وہ سیکس کا مضمون مخلوط کلاسوں میں جس معیار تک چاہے پڑھائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۔ ملک کے وڈیروں، جاگیرداروں، سرمایہ داروں، کاروباری اکابر کے بڑے بڑے عطیات۔

جو لوگ ایسے بڑے بڑے عطیات مسلسل دیں گے وہ کسی بھی درس گاہ پر، اس کے سربراہ یا پرنسپل پر، اس کے اساتذہ اور طلبہ پر پوری قوت سے اثر انداز ہوں گے۔ ان کے بچوں کو داخلہ حاصل کرنے یا امتحانات پاس کرنے یا خاص ڈویژن حاصل کرتے ہیں کبھی کوئی دشواری نہ ہوگی۔ ان کے لیے رکاوٹ کے ہر دروازے کا قفل روپے کی چابی سے کھلتا جائے گا۔ اور ہماری آزاد تعلیم کے اداروں پر یہ لوگ بڑ کے درخت یا عشق پیچاں کی طرح چھا جائیں گے۔ اس طرح آئندہ کی معاشی ترقی (کوالٹی) اعلیٰ ملازمتیں، عہدے، سیاسی لیڈری، بڑے بڑے کاروبار ہر چیز وڈیرہ ازم کی تحویل چلی جائیں گی۔ غریبوں کے لیے سارے دروازے بند ہوجائیں گے، چاہے نیچے سے ان کے بچے بہت اچھی کوالیفکیشن لے کے آئے ہوں۔

۳۔ طلبہ کو فیسوں کی شکل میں ہماری تعلیمی مصارف کا حصہ ادا کرنا ہوگا۔ آرٹس کے طلبہ کو مصارف کا ۳۵٪ اور سائنس کے طلبہ کو ۴۵٪۔

لیجیے اب مارکیٹ لگ گئی۔ تعلیم بوروں اور پیٹیوں میں بھری رکھی ہوگی اور جو طالب علم چاہے، آکر قیمت ادا کرے اور دو چار بورے یا پیٹیاں لے جائے، ورنہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھائے۔ یہ سیدھا سیدھا کاروباری معاملہ ہے۔

نئی تعلیم گاہوں کی فیسیں ۵، ۵ — ۶، ۶ سو روپے ہوں گی۔ تعلیم کے دوسرے مصارف بھی ساتھ ملا لیجیے تو پھر یہ اندازہ کرنا مشکل نہ ہوگا کہ غریبوں کے لیے تو نام نہاد "ترقی" اور اعلیٰ تعلیم کے دروازے بند ہوگئے۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ تجارتی بنیادوں پر چلنے والے اسکول جن کی روح کاروبار اور انڈسٹری کی ہوگی، وہ غریب بچوں کو داخل کرکے مسابقت میں پیچھے رہ جائیں۔

یہ ساری اسکیم غریب مار اسکیم ہے[1]۔

[1] دیکھیے کہ گورنمنٹ کالج کی فیس گیارھویں جماعت کی آرٹس کے طلبہ کے لیے ۱۳۱۵/- روپے (۶ ماہ کے لیے) سائنس طلبہ کے لیے ۱۴۵۵/- روپے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک گذارش اور بھی ۔

جہاں تک یونیورسٹیوں اور کالجوں اور درس گاہوں کے دروبست کو چلانے کا تعلق ہے ۔ وی سی، پرنسپل، اساتذہ اور طلبہ سب کے سب آزادی کی آخری حدود پھلانگے ہوئے ہیں ۔ داخلے ہوں، نظم ونسق کا معاملہ ہو، تدریسی لیکچر ہوں، تحقیقی کاموں کے عنوان اور خطوط معین کرنے کا مسئلہ ہو، ساری چیزیں ہر تعلیم گاہ کے حدود ہی میں طے ہوتی ہیں ۔ جہاں سوشلسٹ اساتذہ جمع ہیں وہ ہر موضوع پر، خصوصاً زبان و ادب پر، سوشیالوجی پر، معاشیات اور نفسیات پر تعلیمی ذمہ داریاں انجام دیتے ہوئے سوشلزم کی خدمت کریں گے ۔ پھر آپ نے دیکھا کہ بنگلہ دیش میں استادوں کی ایک مؤثر تعداد نے پاکستان کے خلاف نفرت کا طوفان اٹھا دیا ۔ اب آپ ملاحظہ کیجیے سندھ میں کیا ہو رہا ہے ۔ اسی طرح طلبہ اپنے اپنے نظریاتی گروپ یا سیاسی دھڑے کے لیے کام کر رہے ہیں — اور صرف لفظوں اور کتابوں اور دلائل ہی سے نہیں بلکہ کلاشنکوفوں اور کلہاڑیوں سے بھی ۔

تقریبوں پر جو لیکچر ہوتے ہیں، مختلف سوسائٹیوں کے اجلاسوں میں جو کارروائیاں ہوتی ہیں، ان سب کو جو بھی با اثر قوت ہو وہ اپنے نقشے پر چلاتی ہے ۔

امتحانات میں استاد بھی خاص خاص طلبا کے لیے نرم گوشے رکھتے ہیں ۔ اور طلبہ بھی نقد رشوت سے لے کر غنڈہ ازم کے ہتھیاروں سے بھی امتحانات کے نظام کو درہم برہم کرتے ہیں اور پرچوں پر من مانے نمبر لگوانے کے لیے ان کا تعاقب کرتے ہیں ۔ اور والدین اور رشتہ داروں کو بھی اس معرکے میں لگا لیتے ہیں ۔

اس آزادیٔ تعلیم نے یہ مقامِ ماتم پیدا کر دیا ہے کہ اسلام کے دین ہونے سے قطعِ نظر اور پاکستان کے ایک نظریاتی ریاست ہونے اور اسی بنا پر بہت سی دشمنیوں اور شرارتوں میں گھرے ہونے سے بھی الگ ہو کر، موجودہ درس گاہیں نہایت آزادی سے بلکہ پوری شانِ بغاوت سے دولت پرست، سیکولر مائنڈڈ، خواہشات کے غلام اور سنجیدہ ملی مسئلوں کو سنجیدگی سے سمجھنے اور ان پر غور کرنے سے عاری، نیز اغیار پرست نوجوان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تیار کر کے دی رہی ہیں - اس پر نہ حکومت نے کبھی کوئی نوٹس لیا، نہ اخبارات میں ہلچل ہوئی - اور نہ معاشرے میں کوئی اضطراب کبھی نمودار - یعنی ناخوب بتدریج خوب میں بدل گیا اور یاروں کو خبر بھی نہ ہوئی - ماشاء اللہ کیا زندہ قوم ہے اور کیا بیدار دل دانشور ہمارے شعور کو ابھارنے کے لیے میدان میں ہیں - تعلیم ایسے نوجوان دے رہی ہے کہ جو نہ اصحابِ تخلیق ہیں، نہ اربابِ تحقیق، نہ ان میں اعلیٰ اخلاق، نہ شائستگی، نہ حُسنِ کلام، نہ ماضی کے سرمائے سے آگاہی، نہ مستقبل کا کوئی تعین، نہ معاشرے کی خرابیوں کی اصلاح کا جذبہ — یعنی مٹی کے مادھو ہیں جن کے گلوں میں سندیں اور ڈگریاں آویزاں ہیں -

اب اور زیادہ آزادیٔ تعلیم دے کے اس قوم کو اس کے دوستانِ گرامی قدر کس جہنم کے گڑھے میں ڈالنا چاہتے ہیں؟

تعلیم کو ڈی نیشنلائز کرنے کا منصوبہ اپنے اندر دوسرا تقاضا یہ مضمر رکھتا ہے کہ تعلیم کو لامرکزیت (DE-CENTRALIEATION) کا شکار بھی بنایا جائے -

ہر زندہ قوم اپنے نظامِ تعلیم کو اپنی ملی و تہذیبی ضروریات کے مطابق رکھنے اور قوم کے لیے ذہنی وحدت کا ذریعہ بنانے کے لیے اسے مرکزیت کے تابع رکھتی ہے - تاکہ طنبورہ کا ہر تار الگ الگ سُریں نکال کر قوم کی وحدت، سالمیت اور آزادی کو خطرے میں نہ ڈال دے -

ہم مسلمان برسات کی کھمبیاں نہیں ہیں کہ بارش پڑی اور کسی بھی مزبلے پر، یا کھاد والے کسی بھی کھیت میں راتوں رات کھمبیاں اور چھتریاں اور بیدبھیڑ سے پیدا ہو گئے - ان کی کوئی بنیاد نہیں، کوئی تاریخ نہیں، کوئی داستان ان کے ساتھ وابستہ نہیں - (حالانکہ آپ کے ہاں کے بڑ کے درخت اور آم اور بیری کے پیڑوں تک کی ایک تاریخ ہوتی ہے اور روایات ان سے وابستہ ہوتی ہیں) - ہم لوگ ایک رسولؐ کی اُمت ہیں، ایک خدا کو خدائے لاشریک مان کر اس کی عبادت و اطاعت کرنے والا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گروہ ہیں، ہمارے کچھ اخلاقی ضابطے ہیں۔ اور ہم پوری زندگی کا حساب آخرت میں پیش کرکے جزا سزا پانے پر ایمان رکھتے ہیں۔ نیز ہمیں خدا کی نازل کردہ الہامی کتابِ حکمت و ہدایت سے بہت وسیع علم انسانی بلندی و پستی کا، انسانی قوموں کے عروج و زوال کا حاصل ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ محض مادی ترقی (بشمول فسادِ اخلاق) اور مادی ترقی بشمول ترقیٔ اخلاق کا فرق کیا ہے۔ ہمارے سامنے صدیوں کی تاریخ ہے اور اس تاریخ پر ہم کتابِ الٰہی کے حکیمانہ ضابطوں کو عمل کرتے اور نتیجہ دکھاتے اپنی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ یہ ہمارا ایسا طویل تجربہ ہے جس سے ہو کر ہم یہاں تک پہنچے ہیں۔ اس تجربے نے ہمیں ہر دور میں احیائے نظامِ اسلام کا جذبہ دیا ہے اور یہی جذبہ تحریکِ پاکستان کا محرک تھا۔

اب اگر کوئی نظامِ تعلیم ان ساری باتوں کو چھوڑ کر ہمیں دو اور دو چار سکھاتا ہے۔ اور آفتاب کی رفتارِ گردش اور زمین کا وزن اور انسانی خون کے اجزائے ترکیبی اور ایٹمی قوت کے کرشمے اچھی طرح سمجھا دیتا ہے تو وہ ہمیں محض ایک معاشی و سائنسی روبوٹ یا کمپیوٹر بنا رہا ہے۔ ہمیں پورا انسان تک نہیں بناتا، کجا کہ وہ مسلمان بنائے۔

ایسے یک رخے اور بھینگے نظامِ تعلیم کے حوالے ہم اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو نہیں کر سکتے۔ حریف محض ہماری اس مجبوری سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں کہ ہم نے ان سے قرض لے رکھے ہیں یا ہماری حکومت کے سر پر دستِ شفقت ہے۔

مگر ہم ساہوکاروں کی خوشنودی کے لیے ایمان اور انسانیت کی متاع ان کے حوالے نہیں کر سکتے۔

ہم خیبر سے واہگہ تک اور مظفر آباد سے کراچی تک نظریۂ تعلیم اور مقاصدِ تعلیم کی وحدت چاہتے ہیں۔ ہم اپنی نسلوں کو کلمہ طیبہ سے لے کر شہادت تک کے سارے مراحلِ زندگی کی تعلیم اسلام کے مطابق دینا چاہتے ہیں۔ اور کوئی تعلیم گاہ جو ہمارے اس تعلیمی فیصلے سے متصادم ہو، اُسے اپنی سرزمین پر سوائے اس صورت کے گوارا نہیں کر سکتے کہ کوئی اقلیت اپنی مخصوص مذہبی تعلیم کا انتظام اپنے طور پر کرے۔ اس دائرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے باہر پورا نظامِ تعلیم ہمارا ہوگا۔ اگر آج ہمارے اندر کی لادین اور اغیار پرست بانشکارِ ہوس قوتیں اس اہم مقصد میں حائل ہیں تو کل اُن کا زور ٹوٹ بھی سکتا ہے۔ بہر حال ہمارا نظامِ تعلیم ہمارے ایمان پر مبنی ہوگا۔ اور اقلیت کو ہمارے ایمان سے سازگاری کرنی ہوگی۔

ظاہر ہے کہ ہماری نگاہ میں تعلیم کی مرکزیت انتہائی اہم ضرورت ہے۔ اس کے خلاف کسی بنک یا حکومت یا دوست کے مشوروں کی ہمیں احتیاج نہیں۔ جہنم میں جائے ہر ایسا خبیر خواہ اور سرپرست جو ہمیں ہمارے قومی تصورِ وجود اور ملی انا کے شعور سے محروم کرنا چاہتا ہو۔ ہم نے غلامی کی گولیوں اور پھانسیوں اور مقدمہ ہائے غداری و بغاوت کے ڈراؤنے دور میں بھی اپنی جداگانہ ایمانی و تہذیبی ہستی کے شعور کا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے دیا۔ تو کیا اب ساہوکاروں کے قرضوں اور ان کے مطالبہ ہائے سود اور آئندہ قرض نہ دینے کی دھمکیوں سے ڈر کر اس جھنڈے کو تار تار کر کے ان کے قدموں میں ڈال دیں گے۔ کیا واقعی لوگوں نے ہم کو اتنی بے غیرت اور بدھو قوم سمجھا ہے؟

ذرا ایک بار پھر پیچھے پلٹیے! یہ لوگ ڈی سنٹرلائزیشن کے ذریعے مخلوط تعلیم کو بھی ہم پر مسلط کرنا چاہتے ہیں، رقص و سرود اور فحاشی کو بھی معاشرے میں تفریح کے نام سے داخل کرنا چاہتے ہیں اور اُردو زبان کے حلق پر چھری پھیر کر انگریزی کی مہر ہر دماغ پر لگا دینا چاہتے ہیں۔ کتنا خوفناک منصوبہ ہے۔

علاوہ ازیں جب ہر علاقے اور ہر اعتقادی و نظریاتی بلکہ غیر ملکی طاقت کو موقع ملے گا کہ وہ اپنے تعلیمی ادارے کھول لے اور انہیں نئے نئے دلکش سامانوں سے آراستہ کر کے نئے نئے علمی شعبے کھول کر نئے نئے دلچسپ موضوعات کو اختیار کر کے، دلآویز نصابی کتابیں سامنے لا کر، پی ٹی اور کھیل کود کے ذریعے مخلوط تعلیم کو صحیح برگ و بار دینے کے قابل بنا دے۔ جس طرح یہ لوگ کام کرنا چاہتے ہیں، یقین جانئے کہ پورا پاکستان ہانگ کانگ بن جائے گا۔ اور بلا کسی سعی کے اس کے ٹکڑے ہو جائیں گے اور اس میں رہنے والے عناصر دینی و وطنی وحدت کو فراموش کر کے لڑیں مریں گے۔ جو آغاز اس وقت بغیر کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے بھاری منصوبے کے سندھ، حیدرآباد اور کراچی میں ہوا ہے وہ مؤثر اداراتی ذریعے اور زور پکڑے گا، مختلف نظریات، عقیدوں اور فرقوں اور علاقوں کے لوگ لڑ مریں گے۔

لیکن امریکیوں کو جاننا چاہیے کہ ہم سارے علوم اپنے ایمان کی بنیاد پر مرتب کرنا اور پڑھانا چاہتے ہیں۔ ہم قرآن اور رسولؐ کے بتائے ہوئے نوامیسِ الٰہی کو سرمایۂ فکر بنا کر علمی ترقی کریں گے۔ ہم ایٹمی قوت سے بھی نمٹیں گے، ہم خلائی سفر بھی کریں گے۔ ہم آپریشن اور ادویہ کے نئے سے نئے طریقے ڈھونڈھ نکالیں گے ــــ مگر سب کچھ ایمان اور قرآن کی ہم آہنگی سے اور ان کی بنیادوں پہ ہوگا۔

ایمان و قرآن سے ہٹے ہوئے علوم کو ہم لادینانہ علوم سمجھتے ہیں جن کے نتیجہ میں دنیا کی ایک سپر پاور تو ختم ہوئی۔ اب دوسری کو انتظار کرنا چاہیے کہ اس کی اجل مسمیٰ اس کے سر پر لٹک رہی ہے۔ کیونکہ عقل پرستی کے ایک شاہکار نے اعتماد کو اس درجہ متزلزل کیا ہے کہ اس کے تیار کردہ سرمایہ دارانہ جمہوریت کے نمونے کو بھی اب کسی طرف سے مرعوبیت یا ہمدردی حاصل نہیں۔ امریکہ اب اگلے وقتوں کی خداوندی باطل کا سکہ چلانے کی کوشش نہ کرے۔

ایک مسئلہ پروفیسروں اور مدرسین کے مستقبل کا ہے۔ اس کو ذیل کے پہلوؤں سے سوچنا چاہیے:

۱۔ معلمین جب گورنمنٹ کے کسی قانونی اسکیل اور ملازمتی تحفظ کے دائرے سے خارج کر دیئے جائیں گے اور سرکاری قواعد ملازمت بھی ان پر لاگو نہیں رہیں گے تو ان کا مستقبل قطعاً تاریک ہو جاتا ہے۔

ہر تعلیمی ادارہ بجائے خود ایک آزاد یونٹ ہے۔ وہ اپنے قواعد اور معیارات اور تنخواہوں کے اسکیل اور تنزلیوں اور برطرفیوں کے ضابطے خود وضع کرتا ہے، اور حسبِ ضرورت اپنی مختصر سی مجلسِ کارپردازاں کے مشورے سے تبدیل بھی کر سکتا ہے۔

۲۔ فرض کیجیے کہ آپ نے ایف سی کالج کو آزاد قرار دیا۔ اب یہ اس کی مرضی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ وہ کس صلاحیت و معیار کے معلمین کو لے۔ ضروری نہیں کہ موجودہ کام کرنے والے حضرات اس کے کسی نئے معیار پر، یا آئندہ کے کسی اور نئے ضابطے پر پورے اتر سکیں لہٰذا ان کی ملازمتیں تو صاف ختم ہوئیں۔

۳۔ تجارتی مسابقت میں بڑھ کر خصوصیت سے فنڈز حاصل کرنے اور ریاستی توجہات حاصل کرنے کے لحاظ سے بعض تعلیم گاہیں شروع میں یا آگے چل کر ختم ہو جائیں گی ان کے معلمین فارغ ہو جائیں گے۔ پھر کیا ان کو جیلوں میں ڈال دیا جائے گا۔ یا پی آئی اے میں پورٹروں کی آسامیاں دلوائی جائیں گی۔ ایک صورت یہ ہے کہ انہیں امیر ملکوں میں ایکسپورٹ کر کے وہاں خاکروب کمپنیوں میں بطور کارکن بھرتی کرا دیا جائے۔ یا انہیں قرض دیا جائے کہ وہ بھیڑیں یا مرغیاں پال لیں۔

ہمارے ہدایت کارانِ تعلیم بتائیں کہ کیا جواب ہے اس سوال کا؟

۴۔ ہو سکتا ہے کہ ایک یا مختلف ادارے معلمین کو اس بات سے روک دیں کہ وہ تدریس کے دوران کسی مذہبی یا ایمانی یا تحریکِ پاکستان، یا اردو زبان کے متعلق یا اس ادارے کے موسس صلیبیوں یا صیہونیوں یا اسمٰعیلیوں کے متعلق کوئی بات زبان پر لا سکیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ مثبت طور پر ان سے تقاضا کیا جائے کہ زندگی کے ہر معاملے میں عقلیت کو ترازو قرار دیں، ایمان یا دین کو دخیل نہ کریں۔ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم کا رنگ سیکولر ہوگا۔ یا طلبہ کو الحادی نقطۂ نظر سکھانا ہوگا۔ یا یہ کہ قرآن کی تعلیماتِ قوت و جہاد کی تنسیخ کے لیے مناسب تاویلیں پیش کرنی ہوں گی۔ یا مسلم تاریخ کے متعلق ایک مخالفانہ نقطۂ نظر اور خصوصاً تاریخ میں تحریکوں کا اٹھنا اور حکمرانوں سے تصادم کرنا وغیرہ امور کو جدید عقلیاتِ موضوعہ کی کسوٹی پر غلط ثابت لازم قرار دیا جائے۔ پھر میکیاویلین نظریۂ سیاست، عوامی سیکولر جمہوریت، مارکس کی طبقاتی نزاع، مالتھس سے شروع ہونے والا نظریہ آبادی، ڈاروِن کی بنیادوں پر استوار نظریۂ ارتقاء یہ سب کچھ مسلمان بچوں پر ٹھونسا جائے گا۔

اب ایک مسلمان معلم یا پاکستانی معلم کے لیے دو راستے رہ جاتے ہیں۔ یا تو وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیدھی طرح الگ ہو جائے یا منافقانہ راستہ اختیار کرے۔ تاکہ اس کی معیشت اور اس کی اولاد کی ترقی کے ممکنات برقرار رہیں۔

کیا ایسے معلم کوئی اچھا پارٹ خود کفر کے حق میں بھی ادا کر سکتے ہیں۔ منافق نہ اسلام کے کام کا، نہ کفر کے کام کا۔ کیا ایسے لوگوں کے ذریعے زیرِ تعلیم نسل کا ستیاناس نہ ہو گا۔

دوسری طرف بے شمار اساتذہ اپنے جذبۂ ایمان اور محبتِ پاکستان کی وجہ سے کام چھوڑ کر بے روزگاری کے میدانِ کربلا میں بھوکے پیاسے تڑپیں گے۔ اور ان کی بیویاں اور اولادیں، حکومت سے تو کیا فریاد کریں گے، حکومت تو ان کو تعلیمی اداروں کے ساتھ نئے مالکوں کے ہاتھ فروخت کر چکی۔ وہ نئے مالکوں کی اچھی غلامی کر سکتے ہیں تو کریں اور نہیں کر سکتے تو نہ کریں۔ بے روزگاری کی پیاس بجھانے کے لیے حکومت کا دریائے فرات کام نہ دے گا، اس پر تو کڑے پہرے ہیں۔

۵۔ بہت سے معلّمین (خصوصی ماہرین کی حیثیت سے) باہر سے بلائے جائیں گے۔ ان کے ذریعے اس مُلک کی دولت یہاں بھی غیر پاکستانی ماہرین پہ صرف ہو گی، اور زرِ مبادلہ کی صورت میں باہر بھی جائے گی۔ بلکہ نصابی کتابیں بھی باہر سے چھپی چھپائی منگوائی جا سکتی ہیں۔ یا یہاں چھپیں تو ان کی رائلٹی پھر اُدھر ہی کو جاتی ہے۔ دوسرے سامان و ذرائع تعلیم الگ۔

باہر سے درآمد کردہ معلّمین یا کسی مشنری ادارے کے اپنے ماہرین آئیں گے تو یہاں کے معلّمین کی نوچھٹی ہو جائے گی۔

کوئی ذمہ دار ہو گا ان کا؟

۶۔ معلّمین کے ساتھ نصابی کتب لکھنے اور چھاپنے اور ان کی تشریحات فراہم کرنے والے طبقے اور دوسرے متعلقہ تعلیمی ماڈل، تصاویر، نقشے اور دوسرے لوازم فراہم کرنے والے طبقے بھی نئی تعلیمی تبدیلی کی مار دکھائیں گے۔ ان کے ہاتھوں سے بہت سا کام نکل کر یا تو باہر چلا جائے گا یا خود تعلیمی ادارے اپنے ہاتھ میں لے کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نفع کمائیں گے۔

ان کاموں میں بھی ہمیشہ معلّمین کا حصّہ ہوتا ہے۔ یہ معلّمین بھی دوسرے کارکنوں کے ساتھ آزمائش میں مبتلا ہوگئے۔

اتنا بڑا اضطراب انگیز مسئلہ معاشرے میں پیدا کر دینا اور پھر اس کا کوئی حل یا طریقِ ازالۂ نقصان پیش نہ کرنا کسی مہذّب اور مسلمان اور تعلیم یافتہ لوگوں کے ذریعے چلنے والی حکومت کا کارنامہ نہیں ہوسکتا۔

مگر اب یہاں ہے۔ اس لیے اسے حالتِ عذاب کہیے!

معلّمین کا مستقبل اس پالیسی کے تحت جو کچھ ہوگا اس کا اندازہ اس تبدیلی سے کر لیجیے کہ پنجاب میں تعلیمی اداروں کے سربراہوں کو یہ اختیارات دیئے جا رہے ہیں کہ پیشہ وارانہ فرائض کی ادائیگی میں غفلت کرنے والوں کے خلاف فوری کارروائی کر سکیں۔ پنجاب کے تعلیمی سیکرٹری صاحب نے یہ بتلاتے ہوئے پھر اس خبر کی تردید کی کہ حکومت تعلیمی اداروں کو نجی شعبوں کے حوالے کرنا نہیں چاہتی۔ وہی کام جو کر رہے ہیں، اسی کی تردید بھی ساتھ ہی۔ (جنگ مورخہ ۱۵ / جولائی ۱۹۹۰ء)۔ یہی بات مسٹر طارق سلطان سیکرٹری تعلیم پنجاب کی طرف سے نوائے وقت میں چھپی ہے (نوائے وقت ۱۵ / جولائی)۔

سوال یہ ہے کہ جب اساتذہ کی ترقی و تنزلی یا سزادہی کا اختیار آپ نے ان کے قریب ترین افسر کو دے دیا اور کسی تیسری اتھارٹی کا کوئی دخل نہیں ہوگا تو پھر کمزور اساتذہ کو کون تحفّظ دلائے گا۔

معلّم ایک ایسی مخلوق ہے جسے سرکار کی طرف سے رگڑا دینا ہمیشہ آسان رہا ہے۔ اَلَا بَلَا بہ گردنِ مُوَلا۔ یعنی ہر خرابی کی سزا ہر پھر کر معلّم کو۔

(۲)

میں کئی روز سے اخبارات میں دیکھتا ہوں اور آج پھر اس دھمکی کو دہرایا گیا ہے کہ اگر بھارت اور پاکستان میں جنگ ہوئی تو، اور مسئلہ کشمیر کی موجودہ حالت کو بدلنے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوشش کی گئی تو امریکہ پاکستان سے تمام تعلقات ختم کر دے گا۔ اور کوئی مدد یا قرض نہ دے گا اس میں فوج کو بھی انتباہ دیا گیا ہے کہ اگر اس نے کوئی ایسی ویسی جنبش کی تو مجبوراً اسے کیفر کردار سے دوچار ہونا پڑے گا۔

یعنی یہ دوہری دور سے ہم پر یوں حکمرانی ہو رہی ہے۔ امریکہ پاکستان کو تو بار بار جھاڑ پلا دیتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس نے کشمیریوں کو غیر انسانی بہیمانہ مظالم سے گزرتے ہوئے دیکھ کر بھارت کو بھی کوئی دھمکی دی۔ وہ ہمارے دریاؤں کو خشک کر کے اور بنگلہ دیش والوں کو فرخا بیراج بنا کر دونوں طرف انسانی آبادیوں کو بھوکا بھی مارنا چاہتا ہے اور سیلابوں کا شکار بھی بنانا چاہتا ہے۔ کبھی امریکہ نے اس کا نوٹس لیا۔ بھارت نے اقوام متحدہ کی قرارداد استصواب پر عمل کرنے کو ٹالتے ٹالتے اب اس سے مکمل انحراف کر لیا ہے، کیا امریکہ نے اس کے اس مکارانہ رویے پر گرفت کی۔ یہی حال ایٹم بم کے متعلق جانبداری کا ہے۔

امریکہ نے پاکستان دوستی کے پردے میں جو بھارت نوازی شروع کر رکھی ہے، اب پاکستان کے لوگ اسے سمجھنے لگے ہیں۔ کسی بھی بڑی طاقت کو اگر بڑا رہنا ہو اور عزت سے رہنا ہو تو اسے اپنے آپ کو با اصول ثابت کرنا چاہیے۔ دو حکومتوں کے متعلق ایک جیسے پسند و ناپسند کے طریقے اختیار کرنے چاہئیں۔ اور کسی چھوٹی طاقت کو کبھی کچوکے نہیں دینے چاہئیں۔ ایک طرف تم ہمارے حکومتی معاملوں میں دخل دیتے ہو، ہمارے اقتصادی نظام کو زیر و زبر کرتے ہو، ٹیکسوں اور قیمتوں اور محصولات کے فیصلے دیتے ہو، قرضے جاری کرتے ہو، سود لوٹتے ہو، دوسری طرف اپنے ذرائع ابلاغ سے ہمارے خلاف جو پروپیگنڈا چاہتے ہو شروع کر دیتے ہو، اور ادھر بین الاقوامی سطح پر بھارت کو سینے سے لگا کر ہمیں دھمکیاں دیتے ہو اور کشمیریوں کے متعلق کہتے ہو کہ وہ اسی طرح بہیمیت کے کولہو میں پیلے جاتے رہیں۔ کتنی گندی پالیسی ہے۔

اس پالیسی کا نتیجہ کسی نہ کسی دن یہ ہوگا کہ امریکہ کو پاکستان میں بھی کچھ بھگتنا پڑے گا جو اس نے ایران میں بھگتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم کسی ایسی دوستی اور کسی ایسے قرضے اور کسی ایسے ہمدردانہ مشورے اور کسی ایسی دھمکی کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں جس کا مقصد ہمیں ذلیل کرنا یا ہمیں بندۂ بے دام سمجھنا یا ہمیں ہمارے دین اور ایمان اور ہمارے جذبۂ پاکستانیت سے محروم کرنا ہو۔

تم نے آج ہمیں جن سازشوں میں گھیر رکھا ہے، ان کے جال جلد ٹوٹ جائیں گے۔ تم بھارت کو ایک میزائیل کی طرح ہمارے خلاف استعمال کر رہے ہو اور پھر کہتے ہو کہ خبردار میرے اس پیارے میزائیل سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا، بس اس کی زد میں خوشی خوشی سے آؤ اور امریکہ کا نام جپتے جپتے مر جاؤ۔ دوسرا میزائیل تمہارے پاس اسرائیل کا ہے جس کے بٹن پر تم ہاتھ رکھے ہوئے ہو۔ اب روس بھی تمہارے سامنے ڈگیں ڈال چکا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تم اس دنیا میں جگہ جگہ تباہی مچا دو، جیسے آج کل افغانستان میں اور ہمارے یہاں اور کشمیر میں مچی ہوئی ہے، ہو سکتا ہے کہ تم کسی کو ادھر سے کاٹو اور کسی کو ادھر سے کاٹو اور پھر ان کو کہیں کا کہیں جا جوڑو۔

مگر دو باتیں یاد رکھو! ایک تو اب جب کبھی دنیا میں اتھل پتھل ہو گئی[1]، امریکہ اپنے تباہ کار ایٹمی دیووں اور خلائی جنگ کرنے کے وسائل کے باوجود خود تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا۔ دکھائی دے رہا ہے کہ اس کی اجل مسمیٰ پوری ہو چکی ہے۔

دوسری گذارش یہ کہ مسلمان ہر حال میں زندہ رہے گا۔ امریکہ میں بھی، روس میں بھی، بھارت اور کشمیر میں بھی، افغانستان اور جاپان میں بھی۔ ساتھ ہی یہ بھی یقین رکھیے کہ پاکستان بھی باقی رہے گا۔ اور پاکستان کی روح اور اسپرٹ پھیلتی جا رہی ہے اور یہ مزید پھیلے گی۔ دنیا میں اور بھی پاکستان بنیں گے۔

خدا کرے کہ ہم پاکستانی اپنے ایمان، اپنی محبتِ رسولؐ اور اپنی تعلیماتِ قرآن کے مطابق اس نازک وقت میں صحیح پارٹ ادا کر سکیں اور طاغوتی طاقتوں اور ان کی شرارتوں کا پورا پورا شعور حاصل کر کے ان کے فتنوں کو تہس نہس کر سکیں۔

---

[1] بدقسمتی سے امریکہ مشرقِ وسطیٰ کے معاملے میں بری طرح الجھ گیا ہے۔ آخری نتائج نہ جانے کیا ہوں؟

© rasailojaraid.com